رسائل و مسائل

زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک

[جناب خان محمد صاحب ربانی (ملتان)، کا ایک مضمون "علماء کرام سے چند سوالات" کے زیر عنوان محرم ۷۵ھ کے "ترجمان" میں (تیز تسنیم میں) شائع ہوا تھا جہاں تک ہمیں معلوم ہے ابھی تک ان سوالات کا کسی جانب سے جواب نہیں دیا گیا۔ جیل کے ذمہ داران کی وساطت سے یہ سوالات مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تک پہنچا کر اُن سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔ مولانا محترم نے ان سوالات سے متعلق اپنی رائے تحریر فرمائی ہے، جو سنسر ہونے کے بعد جیل سے باہر آئی ہے۔ ہم اسے بھی "ترجمان" میں شائع کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ "تملیک" کے سارے پہلو سامنے آجائیں اور جو صاحب علم بھی ربانی صاحب کے اٹھائے ہوئے سوالات کا جواب دینا چاہیں وہ جواب دیتے وقت ان تنقیحات کو بھی پیش نظر رکھیں جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پیش کی ہیں ۔]

زکوٰۃ کے متعلق جناب خان محمد صاحب ربانی کے سوالات میرے علم میں لائے گئے ہیں اور مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ اس معاملہ میں میری تحقیق کیا ہے۔ مختصراً میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں۔

جس فتوے پر یہ سوالات کیے گئے ہیں، میرے نزدیک وہ آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ ... الخ کی اس تاویل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے جو حنفیہ نے اختیار فرمائی ہے۔ اس مطلب کو سمجھنے کے لیے آیت کے الفاظ پر ایک نگاہ ڈال لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۤءِ وَالْمَسٰكِيْنِ	صدقات تو فقراء کے لیے ہیں اور مساکین کے لیے
وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ	اور اُن لوگوں کے لیے جو اُن پر کام کرنے والے ہوں

قُلُوْبُهُمْ ۔۔۔ الخ اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو ۔۔۔ الخ

دیکھیے یہاں لام کا عمل صرف فقراء ہی پر نہیں ہو رہا ہے بلکہ مساکین، عاملین علیہا اور مولفۃ قلوبہم پر بھی ہو رہا ہے۔ یہ لام تملیک کے لیے ہے تو، اور استحقاق یا اختصاص یا کسی اور معنی کے لیے ہے تو، بہر صورت جس معنی میں بھی وہ فقراء سے متعلق ہو گا اُسی معنی میں باقی تینوں سے بھی متعلق ہو گا۔ اب اگر حنفی تاویل کے لحاظ سے وہ تملیک کا مقتضی ہے تو زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا مال ان چاروں میں سے جس کے حوالے بھی کر دیا جائے گا تملیک کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ آگے تملیک در تملیک کا حکم کہاں سے نکالا جاتا ہے؟ کیا فقیر یا مسکین کی ملک میں زکوٰۃ کا مال پہنچ جانے کے بعد اس کے تصرفات پر کوئی پابندی ہے؟ اگر نہیں تو عاملین علیہا کے ہاتھ میں مال پہنچ جانے کے بعد، جبکہ لامِ تملیک کا تقاضا پورا ہو چکا، پھر مزید تملیک کی پابندی لگانے کے لیے کیا دلیل ہے؟

لام کو اگر تملیک ہی کے معنی میں لیا جائے تو ایک شخص جب زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ کے اموال عاملین علیہا کے سپرد کر دیتا ہے تو گویا وہ انہیں اس کا مالک بنا دیتا ہے، اور یہ اسی طرح ان کی مِلک بن جاتے ہیں جس طرح فئے اور غنیمت کے اموال حکومت کی مِلک بنتے ہیں، پھر اُن پر یہ لازم نہیں رہتا کہ وہ ان اموال کو آگے جن مستحقین پر بھی صرف کریں بصورتِ تملیک ہی کریں۔ بلکہ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ باقی ماندہ سات مصارفِ زکوٰۃ میں اس کو جس طرح مناسب اور ضروری سمجھیں صرف کریں۔ لامِ تملیک کے زور سے اُن پر کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی۔ البتہ جو قید لگائی جا سکتی ہے وہ صرف یہ کہ جو شخص بھی زکوٰۃ کی تحصیل و صرف کے سلسلے میں کوئی عمل کرے وہ بس اس عمل کی اُجرت لے لے۔ باقی مال اُسے دوسرے مستحقینِ زکوٰۃ پر صرف کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ عاملین علیہا ہونے کی حیثیت سے ان اموال کے مالک بنائے جاتے ہیں نہ کہ بجائے خود مستحق ہونے کی حیثیت سے۔ "عاملین علیہا" کا لفظ خود اس وجہ کو ظاہر کر دیتا ہے جس کے لیے زکوٰۃ اُن کے حوالے کی جاتی ہے، اور پھر یہی لفظ یہ بھی طے کر دیتا ہے کہ وہ عامل ہونے کی حیثیت سے اس مال کا کتنا حصہ جائز طور پر اپنے ذاتی تصرف میں لانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس تشریح کے بعد اُس حدیث پر نگاہ ڈالیے جو امام احمد نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے۔ اس میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اذا ادیتُ الزکوٰۃ الی رسولک فقد برئتُ منھا الی اللہ ورسولہ؟ جب میں نے آپ کے بھیجے ہوئے عامل کو زکوٰۃ ادا کر دی تو میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا نا؟ حضور نے جواب دیا "نعم، اذا ادیتھا الی رسولی فقد برئتَ منھا الی اللہ ورسولہٖ فلک اجرھا واثمھا علی من بدلھا" ہاں! جب تُو نے اسے میرے فرستادہ عامل کے حوالہ کر دیا تو تُو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے ہے اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے" اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ عاملین علیہا کے سپرد کر کے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر لامِ تملیک کا تقاضا جس طرح کسی فقیر یا مسکین کو زکوٰۃ دینے سے پورا ہوتا ہے اسی طرح عاملین علیہا کو دے دینے سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے کہ عاملین علیہا اگر تملیک ہی کے طریقے پر اموالِ زکوٰۃ کو صرف کرتے ہوں تو اُنہیں زکوٰۃ دو ورنہ نہیں؟ زکوٰۃ دینے والوں پر یہ دیکھنا کس نے فرض کیا ہے کہ عاملین کس طریقے پر عمل کرتے ہیں؟ اُن کا فرض صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مستحقین کو، یا اُن کے لیے کام کرنے والے عاملین کو اپنے اموالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دیں۔ عاملین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جس شخص کو اس حیثیت سے زکوٰۃ دی جا رہی ہو اس کے بارے میں زکوٰۃ دینے والا یہ اطمینان کر لے کہ وہ واقعی "عامل" ہے یا نہیں۔ حکومت اسلامی موجود ہو، اور اس نے عاملینِ زکوٰۃ مقرر کیے ہوں تو اُن کے پاس حکومت کی طرف سے تحصیلِ زکوٰۃ کا پروانہ موجود ہونا ہی اس اطمینان کے لیے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو اور مسلمانوں کی کسی اجتماعی تنظیم نے بطورِ خود زکوٰۃ کی تحصیل و صرف کا بندوبست کیا ہو تو اس کے بارے میں بس یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ وہ واقعی مستحقینِ زکوٰۃ پر اس مال کو صرف کرتی ہے۔ اور "عمل" کے مصارف اسی حد تک لیتی ہے جنہیں جائز و معقول کہا جا سکے۔ تحقیق سے ان باتوں کا اطمینان ہو جائے

تو اس کو زکوٰۃ دینے والا یقیناً فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔ کوئی شرعی دلیل مجھے ایسی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر زکوٰۃ دینے والوں کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ عاملین علیہا کو زکوٰۃ دینے سے پہلے یہ بھی تحقیق کریں کہ وہ اموال زکوٰۃ کو بطریقِ تملیک صرف کرتے ہیں یا نہیں۔

اب یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ "عاملین علیہا" کے الفاظ جو قرآن میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اُن کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے۔ لوگ اسے صرف اُن کارندوں تک محدود سمجھتے ہیں جن کو حکومتِ اسلامی اس کام کے لیے مقرر کرے۔ لیکن قرآن کے الفاظ عام ہیں جن کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہو سکتا ہے جو زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے سلسلے میں "عمل" کرے۔ اس عام کو خاص کرنے والی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں ہے۔ اگر حکومتِ اسلامی موجود نہ ہو، یا ہو مگر اس فرض سے غافل ہو، اور مسلمانوں میں کوئی گروہ یہ عمل کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، تو آخر کس دلیل سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہیں تم "عاملین علیہا" نہیں ہو۔ میرے نزدیک تو یہ اللہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے کہ اُس نے عاملین حکومت کے لیے خاص کرنے کے بجائے اپنا حکم ایسے عام الفاظ میں دیا ہے جن میں یہ گنجائش پائی جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی غیر موجودگی یا غافل حکمرانوں کی موجودگی میں مسلمان بطور خود بھی زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے لیے مختلف انتظامات کر سکیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے اس عام حکم کو عام ہی رہنے دیا جائے تو غریب طلبا کی تعلیم، یتیموں کی پرورش، بڈھوں اور معذوروں اور اپاہجوں کی نگہداشت، نادار مریضوں کے علاج، اور ایسے ہی دوسرے کاموں کے لیے جو ادارے قائم ہوں، اُن سب کے منتظمین بالکل بجا طور پر "عاملین علیہا" کی تعریف میں آئیں گے، اور اُن کو زکوٰۃ لینے اور حسبِ ضرورت صرف کرنے کے اختیارات حاصل ہو جائیں گے، اور اُن حیلہ بازیوں کی کوئی حاجت باقی نہ رہے گی جو آج کل ہمارے عربی مدرسوں کے مہتمم حضرات زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے ادارات قائم کرنے کی بھی گنجائش نکل آئے گی جو خاص طور پر تحصیل و صرفِ زکوٰۃ ہی کے لیے قائم ہوں۔ اُن کے منتظمین بھی "عاملین علیہا" قرار پائیں گے۔ اور صرفِ زکوٰۃ کے معاملے میں اُن کے ہاتھ بھی تملیک کے فتوے سے باندھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

میرے نزدیک اگر قرآن کے الفاظ کی عمومیت نگاہ میں رکھی جائے۔ تو صرف مذکورۂ بالا عاملین ہی

پر اُن کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ دوسرے بہت سے کارکن بھی اس تعریف میں آتے ہیں، مثلاً:

ایک یتیم کا ولی، ایک بیمار یا اپاہج کی خبر گیری کرنے والا، اور ایک بیکس بوڑھے کا نگہبان بھی "عامل" ہے، اسے زکوٰۃ وصول کرکے ان لوگوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کا حق ہے، اور اس میں سے معروف طریقے پر اپنے عمل کی اُجرت بھی وہ چاہے تو لے سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کی ضرورت پیش آئے تو اس میں ڈاک خانے یا بنک کو اُجرت دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس خدمت کو انجام دینے کی حد تک وہ بھی "عاملین علیہا" ہونگے۔ زکوٰۃ وصول کرنے، یا زکوٰۃ کے اموال ایک جگہ سے دوسری جگہ حسب ضرورت لے جانے، یا مستحقین زکوٰۃ کی مختلف ضروریات پوری کرنے کے لیے ریل، بس، ٹرک، تانگے، ٹھیلے وغیرہ جو استعمال کیے جائیں اُن کے کرائے مالِ زکوٰۃ سے دیئے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ خدمات انجام دیتے وقت یہ سب "عاملین علیہا" میں ہی شمار ہونگے۔

مستحقینِ زکوٰۃ کی خدمت کے لیے جس قدر بھی ملازم اور مزدور استعمال کیے جائیں گے ان سب کی تنخواہیں اور اُجرتیں زکوٰۃ کی مد سے دی جاسکتی ہیں، کیونکہ وہ سب عاملین علیہا میں داخل ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ کوئی ریلوے سٹیشن پر زکوٰۃ کے غلے کی بوریاں ڈھوئے، یا کوئی غریب مریضوں کی خدمت کے لیے گاڑی چلائے، یا کوئی یتیم بچوں کی نگہداشت کرے۔

اب رہ جاتا ہے یہ سوال کہ آیا عاملین علیہا کے تصرفات پر کوئی ایسی پابندی ہے کہ وہ مستحقین زکوٰۃ کی خدمت کے لیے عمارات نہ بنوا سکیں اور اشیائے ضرورت، مثلاً گاڑیاں، دوائیں، آلات، کپڑے وغیرہ نہ خرید سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ حنفی تاویلِ آیت کے لحاظ سے یہ پابندی صرف زکوٰۃ ادا کرنے والے پر عائد ہوتی ہے۔ وہ خود بلاشبہ ان تصرفات میں سے کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی رُو سے زکوٰۃ "جن کے لیے" ہے اُن کو یا اُن میں سے کسی کی ملک میں دے دیں۔ رہے "عاملین علیہا" تو ان پر اس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی وہ تمام مستحقین زکوٰۃ کے لیے بمنزلہ ولی یا وکیل ہیں۔ اور اصل مستحق اس مال میں جتنے

تصرفات کر سکتا ہے وہ سب تصرفات اس کے ولی یا وکیل ہونے کی حیثیت سے یہ بھی کر سکتے ہیں۔ جب فقراء و مساکین کی ضروریات کے لیے کوئی عمارت بنائیں یا کوئی گاڑی خریدیں، تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بہت سے فقیروں اور مسکینوں نے، جن کو فرداً فرداً زکوٰۃ ملی تھی، باہم مل کر ایک عمارت بنوائی، یا ایک سواری خرید لی۔ جس طرح اُن کے اس تصرف پر کوئی پابندی نہیں ہے اس طرح اُن کے وکیل یا ولی پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ عاملین علیہا کو زکوٰۃ دینے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے مقرر کیا ہے، اور اللہ کے رسول نے اسی لیے اُن کے ہاتھ میں زکوٰۃ دے دینے والے کو فرض سے سبکدوش قرار دیا ہے کہ انہیں یہ مال دے دینا گویا تمام مستحقین کو دے دینا ہے۔ وہ اُنہی کی طرف سے اُسے وصول کرتے ہیں اور اُنہی کے نائب و سرپرست بن کر اُسے صرف کرتے ہیں۔ آپ اُن کے تصرفات پر اس حیثیت سے ضرور اعتراض کر سکتے ہیں کہ تم نے فلاں خرچ بلا ضرورت کیا، یا فلاں چیز پر ضرورت سے زیادہ خرچ کر دیا، یا اپنے عمل کی اُجرت معتدل حد سے زیادہ لے لی، یا کسی عامل کو معقول شرح سے زیادہ اُجرت دے دی۔ لیکن کوئی قاعدۂ شرعی میرے علم میں ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر اُن کو اس بات کا پابند کیا جا سکے کہ فلاں فلاں قسم کے تصرفات تم کر سکتے ہو اور فلاں قسم کے نہیں کر سکتے۔ قواعد شریعت انہیں ہر اُس کام کی اجازت دیتے ہیں جس کی مستحقین زکوٰۃ کے لیے ضرورت ہو۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اس معاملے میں اصل حل طلب سوالات صرف دو ہیں:۔

ایک یہ کہ اگر زکوٰۃ دینے والوں اور زکوٰۃ کا استحقاق رکھنے والوں کی رضامندی سے چند غیر سرکاری آدمی زکوٰۃ پر کام کریں تو آیا وہ قرآن کے ارشاد کے مطابق عاملین علیہا کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں ؟

دوسرے یہ کہ عاملین علیہا کے ہاتھ میں زکوٰۃ دے دینے کے بعد ان کے تصرفات پر پھر تملیک کی قید عائد کرنے کے لیے کیا دلیل ہے ؟